ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

ممتاز شیریں کی تنقید میں عصری شعور

Contemporary Consciousnesses in the Criticism of Mumtaz Shereen

*ڈاکٹر محمد امجد عابدؔ
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

Dr. Muhammad Amjad Abid
Associate Professor, Department of Urdu, University of Education, Lahore

**ڈاکٹر عبدالرحیم، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ اسلامیہ گریجوایٹ کالج سول لائنز، لاہور

Dr. Abdul Raheem
Assistant Professor, Department of Urdu, Govt. Graduate Islamia College Civil Lines, Lahore

***عاطف منظور
لیکچرر (وزیٹنگ)، ڈویژن آف ایجوکیشن، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

***Atif Manzoor**
Lecturer (Visiting), Division of Education, University of Education, Lahore

Abstract

Mumtaz Shereen is included in the list of prominent fiction writers and critics of Urdu literature. His criticism enters the realm of creation without forgetting its responsibilities, which also gives critical insight and a sense of literature. In every critic and writer there is a reflection of real awareness and contemporary consciousness. She is a part of the society and is enduring problems and difficulties like a common man. It cannot be that a creator is alienated from the contemporary consciousness. A study of Mumtaz Shereen criticism reveals that she possesses characteristics such as extensive reading, expressive depth, moderation, and impartiality. In this paper, the writer has tried to find the echo of contemporary consciousness in the critical writings of Mumtaz Shirin and has concluded that his criticism is embellished with consciousness.

Key Words: Mumtaz Shirin, Criticism, Short Story, Literature, Impartiality, Migration, Riots, Manto, Sexuality, Society

کلیدی الفاظ: ممتاز شیریں، تنقید، افسانہ، ادب، غیر جانبدار، ہجرت، فسادات، منٹو، جنسیت، سماج

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

تنقید کے بارے میں عمومی رویہ ہے کہ تنقید نہ صرف خوبیوں کے تذکرے اور خامیوں کے تعین کا نام ہے بلکہ دونوں پہلوؤں سے فن پارے کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کی ادب میں قدر و قیمت متعین کرنے کا نام ہے۔اس اعتبار سے تنقید تخلیق سے کسی بھی لحاظ سے کم تر نہیں ٹھہرتی۔اس طرح ہم تنقید کے منصب سے اس انداز میں واقف ہوتے ہیں کہ یہ ادب کو سمجھنے سمجھانے کا سلیقہ عطا کر کے قاری کو ادب شناسی پہ مائل کرتی ہے۔یہ قاری اور فن پارے کے درمیان معقول اور مستحکم رشتہ استوار کر کے ان اسباب و علل کی تلاش میں مدد دیتی ہے جن کی بنا پر فن پارے اور اس کے تخلیق کار کو ادبیت کی تاریخ میں زندگی نصیب ہوتی ہے۔تنقید کے دائرے میں ادبی محرکات تک رسائی,ادب کے متنوع پہلوؤں کا جائزہ انسانی فکر کے وسیع تر ذہنی عمل کو گرفت میں لاتے ہوئے ان سب کو نئے معنی و مفاہیم عطا کر کے حسن ترتیب سے پیش کرنا شامل ہیں۔یوں دیکھا جائے تو تنقید کسی بھی صورت میں تخلیق سے پیچھے نہیں رہتی۔ابو بکر عباد، ممتاز شیریں کی تنقیدات کے حوالے سے اپنی کتاب ''ممتاز شیریں ناقد کہانی کار''میں یوں لکھتے ہیں:

> ''ممتاز شیریں کی تنقید اپنی ذمہ داریوں کو فراموش کیے بغیر تخلیق کے دائرے میں داخل ہوتی ہے جس سے تنقیدی بصیرت بھی حاصل ہوتی ہے اور ایک طرح کی ادبیت کا احساس بھی ہوتا ہے وسیع مطالعہ ،تاثراتی گہرائی،اعتدال و توازن اور غیر جانبدارانہ رویہ ان کی تنقید کی نمایاں خصوصیات ہیں۔''
>
> ا

ممتاز شیریں(۱۹۲۴ء۔۱۹۷۳ء)نے افسانے کی تنقید کے تناظر میں افسانے پہ نظری تنقید کے کئی باب کھولے ہیں۔ان کے تنقیدی مضامین کے مجموعے ''معیار'' میں ان کے مضامین 'افسانے کی تکنیک'، 'رجحانات کا دائرہ'، 'طویل مختصر افسانہ'، 'مغربی افسانے کا اثر اردو افسانے پر' میں انھوں نے افسانے کی تکنیک، پلاٹ، کردار، موضوع اور تکنیک کے تناظر میں بے شمار ایسی باتیں پرت در پرت کھولیں کہ افسانے کی تنقید کی نئی راہیں متعین ہوئیں اور افسانے پر تنقید کے نئے در وا ہوئے۔انھوں نے پہلی مرتبہ اردو فکشن کی تاریخ میں افسانے کی بیانیہ تکنیک کا تعین کیا اور مغرب کے افسانوی ادب میں رائج اور مستعمل مختلف اصلاحات کو نہ صرف اردو میں متعارف کرایا بلکہ ان کی مشابہت واضح کرنے کی شعوری کوشش کی جس سے افسانے میں عصری شعور کی فضا واضح تر ہو کر سامنے آتی ہے۔

ممتاز شیریں افسانے کی فضا اور لہجے کے لیے عصر جدید کے فنکار کے ذہنی و فنی رویے کو ذمہ دار قرار دیتی ہے۔وہ افسانے میں زبان کو قائم بالذات ایسی کوئی حیثیت دینے کو تیار نہیں بلکہ ان کے خیال میں اسلوب و مواد کی ہم آہنگی بے کار رنگین بیانی سے اعلیٰ ہوتی ہے۔وہ افسانے کو ایک مکمل فن پارہ دیکھنا چاہتی ہے۔الگ الگ اجزا کے خانے میں بانٹ کر اس کا تجزیہ ان کا اسلوب نہیں بلکہ خاکے، ہیئت، عمل، کردار اور زبان کی مکمل اکائی ان کے خیال میں اچھے افسانے کی شناخت ہوتی ہے۔

ممتاز شیریں کا تنقیدی شعور مغربی ادب کے وسیع المطالعے کا عملی نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔اس لیے ان کی تنقید میں مغربی نقادوں کے حوالے بڑی کثرت سے ملتے ہیں۔اسی طرح مغرب اور مشرق کے افسانے نگاروں کے تقابلی مطالعے اور مماثلت کے حوالے سے ان کا نقطہ نظر بڑی وضاحت کے ساتھ ان کی تنقید میں ہمیں ملتا ہے۔وہ مغربی ناقدین کی تنقید کے مطالعے کے بعد افسانے کی مختلف تکنیکوں کے شعور سے بہرہ ور ہوئی تھی۔

ممتاز شیریں ادب کی آفاقیت اور عالمگیر وسعتوں کی قائل تھی وہ ادب کو علاقائیت کے دائرے میں بھی محدود نہیں مانتی تھی۔ان کے نزدیک ادب کے نظریے اور رجحان بدلتے رہتے ہیں لیکن یہ مخصوص نظریے اور رجحانات ادب کے احاطے کو محدود کر دیتے ہیں۔ادب کو وسیع ہونا چاہیے تاکہ داخلی خارجی،انفرادی،اجتماعی، سماجی ادبی روایاتی حدوں اور خصوصیتوں سے نکل کر اور ان سب کو اپنے دامن میں لے کر زندگی کی ترجمانی کا فریضہ سر انجام دے۔ ممتاز شیریں کے ہاں تنقیدی رویے میں عصری شعور بہت زیادہ کارفرما دکھائی دیتا ہے۔وہ معاصر ادب اور تحریکوں کے حوالے سے اور ان کے اپنے عہد میں اثرات اور آنے والے کل کے لیے ان کے دیے ہوئے شعور کو اپنی تنقید کا حصہ بناتی ہے۔ان کے نزدیک تنقید زندگی اور اس کے منظر نامے کی تشریح ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعے وہ زندگی کے پیش منظر کو دیکھتی ہے اور اس کے خدوخال کو سنوارنے کے لیے ادیب اور اس کی ادبی ذمہ داریوں کا تعین کرتی ہوئی اپنے معروضات پیش کرتی ہیں۔وہ ایک جگہ لکھتی ہے:

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

''یہ ادیب ہمارے تازہ، زندہ مسئلوں کو کیوں نہیں لیتے مثلاً کشمیر کے متعلق کچھ اس کی عوامی جد وجہد کے حق میں کسی کو آواز اٹھانے کی جرات کیوں نہیں۔ الحاق کے معاملے میں عوام سے استصواب رائے کے ترقی پسند اور جمہوری مطالعے کا ساتھ کیوں نہیں دیا جاتا ہے۔ آج کشمیر میں یعنی کشمیر کے ڈوگرا حصے میں انسان کے ہاتھوں لایا ہوا قحط پھیل رہا ہے۔ کشمیر کے عوام بھوکے مر رہے ہیں۔ اگر بنگال کا قحط ادیبوں کی توجہ کا مرکز تھا تو آج کشمیر کا قحط بھی ہے۔ ہمارے ان ادیبوں کو جو سیاست کی دھائی دیتے ہیں۔ کشمیر کے بارے میں کچھ بھی کہنے کی جرأت کیوں نہیں؟'' ۲

وہ ادیبوں کو کھلی بصیرت کے ساتھ معاملات اور مسائل کی طرف دیکھنے اس کا تجزیہ کرنے اور ادب کی تخلیق کرنے کی ضرورت پہ زور دیتی تھی۔ وہ پاکستانی ادب کی اور پاکستانی ادیبوں کی وطن سے وابستگی کی شدید خواہاں تھی۔ پاکستان کے قیام اور اس کے مسائل سے ان کی نظریاتی وابستگی بڑی مضبوط تھی۔ ہجرت اور فسادات کے سانحوں نے اُن پہ بڑے گہرے اثرات مرتب کیے۔ اُنھیں پاکستان کی تعمیر و ترقی اور استحکام کا بہت خیال تھا۔ وہ وطن کی تعمیر نو اور ان مسائل کے حل کے لیے ادیبوں کی ادبی ذمہ داریوں پہ بہت زور دیتی ہے۔

''نیا دور ۱۴ تا ۱۵ کے اداریے میں اس بات پہ زور دیا گیا تھا کہ پاکستان کے قیام کے بعد اب اس کے استحکام ترقی اور تعمیر کا سوال ہے اس نو زائیدہ ملک میں نئے مسائل اور نئے تقاضے بیدار ہو رہے ہیں۔ ہمارے لکھنے والے اس طرف توجہ دیں۔ قوم کے مزاج کو پہنچانیں اور اس کے عزائم کا ساتھ دیں۔ غرض یہ کہ ہمارے لکھنے والوں میں ایک واضح ملی شعور پیدا ہو۔''۳

ممتاز شیریں اردو ادب میں سعادت حسن منٹو کے بارے میں اپنی تخلیقی تنقید پہ مشتمل کتاب ''منٹو نوری نہ ناری'' کے باعث ہمیشہ زندہ رہے۔ ان کی ۹ مضامین پہ مشتمل یہ کتاب تاریخ اردو ادب کی ایسی دستاویز کا درجہ رکھتی ہے جس نے منٹو شناسی میں اپنا وہ عظیم الشان کردار ادا کیا ہے جس سے اُردو میں منٹو پہ تنقید کے کئی نئے باب وا ہوئے لیکن ''اردو افسانے پہ مغربی افسانے کا اثر'' نامی مضمون میں انھوں نے منٹو کا نہ صرف بھرپور تذکرہ کیا بلکہ موپساں اور چیخوف کے افسانوں سے اس کا تقابلی تجزیہ کر کے منٹو شناسی کی نئی روایت کا آغاز کیا۔ اس کے بعد ''منٹو کا تغیر وار تقا'' اور ''منٹو کی فنی تکمیل'' کے عنوان سے انھوں نے دو نہایت عالمانہ مضامین رقم کیے۔ یہ بات بلا تردید کہی جا سکتی ہے کہ ممتاز شیریں نے منٹو کے بارے میں جتنے مضامین لکھے وہ سب منٹو پہ تنقید کے حوالے سے عہد ساز مضامین ہیں جن میں ان کا تنقیدی شعور پوری قوت کے ساتھ دکھائی دیتا ہے۔ ان کے نزدیک منٹو کا انسان فرشتہ نہیں، نوری یا ناری نہیں بلکہ ایک نامکمل انسان ہے جو ایک ہی وقت میں اچھائیوں اور برائیوں، بلندیوں اور پستیوں کا مجموعہ ہے۔ منٹو کے کردار جیتی جاگتی زندگی، سماج اور ماحول کے انسان ہیں۔ اسی ماحول میں ان کی زندگی ابتدا سے انتہا تک اپنا سفر کرتی ہے۔ اس لیے ان میں زندگی اور اس کے گرد و پیش میں جیتے جاگتے انسانوں کے احساسات، جذبات اور رویوں کے باعث ہی زندگی کی کروٹوں کو دیکھا جانا چاہیے۔ ان کے مطابق:

''خالص نوری فرشتے کا منٹو کے یہاں گذر نہیں۔ خالص معصوم نوری فرشتے سے جس سے گناہ ہونے کا امکان ہی نہیں، فنکار منٹو کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ وہ آدم کی جرات گناہ کا قائل ہے۔ منٹو کا انسان نوری ہے نہ ناری۔ وہ آدم خاکی ہے۔ وہ موجود خاکی جس میں بنیادی گناہ، فساد، قتل و خون وغیرہ کا امکان ہونے کے باوجود خدا نے نوری فرشتوں کو جس کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔'' ۴

منٹو کے بارے میں عام طور پہ معروف ہے اس کے افسانے جنسی ہیں۔ شرمناک اور ناقابل مطالعہ ہیں شاید اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ لوگ جنس اور جنسیت کے حوالے سے اس شعور تک نہیں پہنچے جو منٹو کے افسانوں میں پایا جاتا ہے۔ ممتاز شیریں نے اردو کے اس عظیم افسانہ نگار کے افسانوں کی فضا کردار، ان کے رویے اور ان کی زندگی کے ناقدانہ تجزیے میں یہ بات بڑی وضاحت سے بیان کر دی ہے کہ منٹو بدی کی دنیا کی تخلیق نہیں کرتا۔ نہ ہی وہ سماج میں گندگی کو پھیلانا چاہتا ہے بلکہ وہ تو معاشرے کی برائیوں کو

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.2, 2024

اس طرح سے بے نقاب کرتا ہے کہ یہ برائیاں دور کر کے ایک ایسا خوبصورت معاشرہ وجود میں لایا جائے جو ہر قسم کی آلودگی اور گندگی سے پاک ہو اور جس میں خدا کی سب سے خوبصورت تخلیق انسان اپنے زندگی کے پورے حُسن کے ساتھ جیے۔ ممتاز شیریں لکھتی ہے:

''منٹو کی کوئی تحریر ایسی نہیں ہے جس میں برائی اور بدکاری کو خوبی کی حیثیت سے دکھایا گیا ہو۔ منٹو کے افسانے اپنے کرداروں کے مطابق زندگی بسر کرنے کی ترغیب نہیں دیتے نہ معقول آدمیوں کے دل و دماغ میں ہیجان پیدا کرنے کا باعث ہوتے ہیں۔''۵

منٹو ''نوری نہ ناری'' ممتاز شیریں کی منٹو کے کرداروں، ان کے اعمال کے تجزیوں اور ان کی سوچوں اور اعمال کے معاصرانہ رویوں کی غمازی کرتے لب و لہجے پہ تنقید کا ایسا سرمایہ ہے جس میں تحریک پاکستان اور اس کے بعد قتل و غارت گری آبروریزی کرتے اور جھیلتے انسانوں کی زندگی کے بیان کو ہم ایک مناسب اور متوازن تنقید کے آئینے میں دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔

ممتاز شیریں کے مضامین کے پہلے مجموعے ''معیار'' اور ''منٹو۔نوری نہ ناری'' کے بالاستعیاب مطالعے سے ہم پر یہ حقیقت واشگاف ہوتی ہے کہ ممتاز شیریں کے ہاں عصری شعور ایک پورے نظام فکر کی طرح موجود ہے۔ انھوں نے اپنے عہد کے آداب اس کے اثرات اور آنے والے کل کے لیے لوازمات کو اگر ایک طرف اپنی تنقید کا موضوع بنایا ہے تو دوسری طرف ہندوستان پاکستان اور کشمیر کے تناظر میں لکھے گئے ادب پہ بھی ناقدانہ نگاہ ڈالی ہے اور منٹو جیسے بے باک اور بے رحم افسانہ نگار کے افسانوں اور ان کے افسانوں کے کرداروں اور رویوں کو جدید تنقیدی اصولوں کی روشنی میں معاصر ادبی شعور کی کسوٹی پہ پرکھا اور ان کرداروں کے شعور سے زمانے کی فکری پیش رفت کو دریافت کیا ہے۔ ممتاز شیریں کو بلاشبہ جس سطح کی علمی اور تجزیاتی نوعیت کی تنقیدی بصیرت ملی ہوئی تھی۔ اُس کو انھوں نے پوری طرح بروئے کار لاتے ہوئے اپنے مکمل عہد کی علمی اور عصری بازگشت کو ادب میں پیش کیا ہے۔ اپنے ایسے وقیع کام کی بدولت وہ اردو ادب میں نہایت ممتاز مقام پر ہمیشہ دیکھی جائیں گی۔

حوالہ جات:

۱۔ ابو بکر عباد، ممتاز شیریں ناقد کہانی کار، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۶ء، ص ۱۴۹

۲۔ ممتاز شیریں، منٹو نوری نہ ناری، لاہور، نیا ادارہ، ۱۹۶۳ء، ص ۱۶۷

۳۔ ایضاً، ص ۱۶۹

۴۔ ایضاً، ص ۶۰

۶۔ ایضاً، ص ۱۵۸